مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درسِ حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

خیالات اور وسوسوں پر اِشکال، اِس کا جواب اور علاج

اپنی تعریف کرنا اور کروانا گناہ ہے ۔ اَنبیاءِ کرام معصوم ہوتے ہیں

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 82 سائیڈ B 1988 - 01 - 03)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہ وَاَصْحَابِہ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

اِنسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں رکھی ہیں اُن میں ایک چیز یہ ہے کہ طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں، اچھے بھی برے بھی، کبھی نیکی کی چیزیں سوچتا ہے کہ یہ کروں گا یہ کروں گا اور کبھی برائی کے خیالات بھی آتے ہیں اور اگر برائی کرنے کے خیال نہ آئیں تو وسوسے بھی آجاتے ہیں تو یہ کیا چیز ہے، یہ ''فطرت'' ہے، اَب جب فطرت ہوئی تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ نے رکھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے تو پھر اُس پر گرفت ہے یا نہیں ؟ تو آقائے نامدار ﷺ نے اِس اِشکال کو دُور فرمایا، اِرشاد ہوا اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِہ صُدُوْرُھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہ اَوْ تَتَکَلَّمْ [1]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۶۳

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی آیت میں نازل فرمایا تھا ﴿ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ ﴾ جو تمہارے اَندر دِلوں میں ہے ظاہر کرو یا چھپاؤ ﴿ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ﴾ اللہ تعالیٰ تم سے اُس کا حساب فرمائیں گے، یہ بات تو اِیمان والوں کے لیے بہت ہی شاق، تشویش اور بے چینی کی تھی کہ ہمارے دِل میں جو بات آئے ہمارے ذہن میں جو بات آئے اللہ تعالیٰ اُس بات کا بھی حساب فرمائیں تو اِس تکلیف میں مبتلا رہے صحابہ کرامؓ کچھ وقت جب تک اِس آیت کی مزید تشریح نہیں ہوئی کہ کیسے ہوگا یہ حساب اور کیسے اِس سے بچنا ہوسکتا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسی صورت نہیں ہے بلکہ وسوسے جو ذہن میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف فرمایا ہے مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہٖ جب تک اُس پر عمل نہ کرے اَوْ تَتَکَلَّمْ یا وہ زبان سے اَدا نہ کرے، ذہن میں جو چیز آئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے خلاف ہوتی ہو تو اُس پر اگر عمل نہیں کیا تو کوئی حساب نہیں بلکہ عمل نہ کرنے پر آگے حدیثوں میں دُوسری جگہ آتا ہے کہ ثواب ہے، ذہن میں بات آئی اور اُس سے رُک گیا تو رُکنے پر ثواب ہے، اِسی طرح سے کوئی بات ذہن میں آئی ہے مگر اُس کو ذہن میں ہی رکھا ظاہر نہیں کیا زبان سے اَدا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اُس پر بھی کوئی گرفت نہیں۔

وسوسوں کے متعلق سوال :

صحابہ کرامؓ نے ایک دفعہ دریافت کیا اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِہٖ ہمارے ذہنوں میں بعض دفعہ ایسے خیالات آتے کہ گفتگو اور زبان پر لانا بھی اُن کا ایسا لگتا ہے جیسے بہت بڑا گناہ ہے، بہت گراں گزرتی ہیں یہ چیزیں ہمیں اِس طرح کی۔

حکیمانہ جواب :

تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا اَوَ قَدْ وَجَدْ تُمُوْہُ کیا تم (ایسے خیالات کی وجہ سے اپنے اَندر) ایسی تکلیف پاتے ہو ؟ قَالُوْ نَعَمْ اُنہوں نے کہا ایسی بات تو ہے، اَب آپ کہیں گے کہ وسوسے آنے کون سی اچھی بات ہے ! لیکن وسوسے آنے کا مطلب ہے کشاکش شروع ہوئی ہے اور کشاکش کا

مطلب یہ ہے کہ طاقت ہے تو کشاکش ہو رہی ہے ورنہ وسوسہ تو آکر حاوی ہو جائے ! ! اِیمانی طاقت ہے جو مدافعت کر رہی ہے اُس سے اور یہ کشاکش اِیمان کی وجہ سے ہو رہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ بات پائی جارہی ہے ؟ اِنہوں نے عرض کیا کہ پائی جارہی ہے قَالَ ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانُ [1] یہ تو خالص اِیمان کی علامت ہے کہ اِیمان اُن چیزوں کو جو ناپسند ہیں اِیمان کے خلاف ہیں آنے سے روک رہا ہے تو جو تمہیں محسوس ہوتا ہے اِس میں فکر کی کوئی بات نہیں علاج کی بھی ضرورت نہیں، اپنے کام میں لگے رہو تو وہ وسوسے خود ہی تھک جائیں گے۔

جب یہ فطرت ہوئے تو اِن کا علاج ؟

تو یہ اِنسان کی فطرت ہے خیالات آنے طرح طرح کی باتیں آنی تو اِس فطرت کی چیز سے پریشان نہ ہوں کیونکہ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ خیال نہ لاؤ تو وہ خیال ضرور آئے گا، جتنی دفعہ سوچیں گے کہ یہ بات ذہن میں نہ آئے نہ آئے تو اور آئے گی تب ہی تو نفی کرنی پڑتی ہے، نہ تو جب کریں گے جب وہ آئے گی، تو جب یہ خیال جماؤ گے کہ یہ خیال نہ آئے تو وہ اور زیادہ آئے گا تو اُس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ خدا کی یاد میں لگ جاؤ یا کسی دُوسری طرف لگ جاؤ تو وہ خود ہی چلا جائے گا مثلاً اگر آپ کو کوئی چیز پیش آئی ہوئی ہے کچھ بھی ہے اور یہاں کوئی ایسی مصروفیت پیش آجائے جیسے ٹیکنیکل چیزیں ہیں، فلاں مشین کو دیکھنا ہے بغور دیکھنا ہے تمام طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے اِدھر لگ جائے گی توجہ اور وہ جو چیز ذہن میں تھی وہ ہٹ جائے گی، یہاں کوئی چیز ذہن میں آئی ہوئی تھی اور حساب میں گڑ بڑ ہو رہی ہے میزان درست نہیں ہو رہی ایک دفعہ کرے گا پھر (جب بغور کرے گا تو) دُوسری دفعہ سب چیزوں کو بھول جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی اور طرف لگ جانا علاج ہے اِس کا، یہ علاج نہیں ہے کہ اُس کو دفع کرنے کی کوشش کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جب اِطمینان دِلا دیا کہ یہ فکر کی بات ہی نہیں ہے تو صحابہ کرامؓ کی توجہ اُس طرف سے ہٹ گئی اور اُن کا یہ علاج بھی ہو گیا اور علاج بھی اِس میں بتا دیا گیا کہ اِس کی طرف توجہ کرو ہی مت، وسوسے آتے ہیں آتے رہیں گے جاتے رہیں گے کوئی فکر کی بات ہی نہیں۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۶۴

حاجی عابد صاحبؒ، بانیٔ دارُ العلوم دیو بند :

یہ دیو بند میں حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، مسجدِ چھتہ اُن کی عبادت گاہ تھی جہاں (دارُ العلوم) دیو بند بعد میں قائم ہوا، اُنہوں نے ہی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا تھا کہ یہاں مدرسہ بنائیے، اُنہوں نے ہی دیو بند کی جامع مسجد بنائی اور اُس میں مدرسہ کی جگہ رکھی تھی جہاں اَب پھر چلا گیا ہے مدرسہ ایک اِختلاف کے بعد مگر وہ چھوٹی سی جگہ ہے مولانا طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں نے وہاں شروع کیا ہے پھر اَپنا سلسلہ [1] اور یہ تو بہت بڑا مدرسہ ہے اور اَب اِسے اور زیادہ ترقی ہوگئی طلباء دُگنے ہوگئے اور زمین بھی بہت بڑی لے لی، مسجد بہت بڑی بنا رہے ہیں بہت بڑے منصوبے ہیں، اَب تو اِس کا خرچ بھی بڑھتے بڑھتے ایک کروڑ دس لاکھ ہے غالبًا فنڈ سالانہ اور یہ سب مسلمانوں کے اللہ تعالیٰ نے دِلوں میں ڈال رکھا ہے۔ بہر حال اَصل بانی جو بنتے ہیں وہ بنتے ہیں حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ پیر بھائی تھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہی مہتمم اَوّل تھے اُن ہی کی مسجدِ چھتہ میں مدرسہ شروع ہوا۔ حضرت (نانوتویؒ) نے فرمایا کہ میں اپنے بجائے محمود کو بھیج رہا ہوں تو مولوی محمود کو بھیجا اِنہوں نے جو دیو بند ہی کے رہنے والے تھے وہاں پڑھانا شروع کیا چھتہ ہی کی مسجد میں اور سب سے پہلے پڑھنے والے جو تھے وہ بھی محمود حسن صاحبؒ تھے حضرت شیخ الہند اَسیرِ مالٹا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی کنارہ کشی :

اَب اِس کے بعد کچھ اِختلافات ہوئے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس کے اہتمام سے دست کش ہوگئے پھر دوبارہ اُنہیں بلالیا پھر بنالیا مہتمم پھر دست کش ہوگئے پھر تیبارہ بنالیا مہتمم پھر دست کش ہوگئے اور پھر اَلگ ہی رہے وہ، لیکن رہے اِسی جگہ عبادت خانہ اُن کا یہ مسجدِ چھتہ ہی رہا، مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگئے صدر مدرس بنائے گئے تو جگہ جو رہی وہ یہی رہی ہے حاجی

---

[1] ماشاء اللہ اَب یہ مدرسہ بھی بہت بڑا بن چکا ہے گزشتہ برس اَمن عالم کانفرنس کے موقع پر اَحقر دیو بند گیا تو دیکھا۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

صاحب رحمہ اللہ کی ، بعد میں جو جگہ خریدی گئی اور، وہ بھی یہیں اِس سے متصل خریدی گئی وہ بھی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہی پر ہے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو رہے ہیں میرٹھ میں مطبع میں اور اُنہوں نے فرمایا کہ میں اِنہیں بھیج رہا ہوں اور میں خود اِس کے لیے مالی کوشش کرتا رہوں گا طالب علموں کے لیے، آخری سالوں میں دو سال تشریف لائے ہیں لیکن نہ تو دارُالعلوم کے باقاعدہ مدرس رہے ہیں اور نہ وہاں کے شیخ الحدیث رہے ہیں نہ مہتمم رہے ہیں (اَلبتہ) سرپرست رہے ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا فیض اور قبولیت :

اَب خدا کی شان کہ اُن سے پڑھنے والے میرٹھ جا کر پڑھتے رہے اور اُن کا فیض اِتنا چلا اِتنا چلا کہ معلوم ہوتا ہے کہ دارُالعلوم کے بانی ہی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ :

مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب داخل ہوئے دارُالعلوم میں تو شیخ الحدیث حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد یا پھوپھی زاد بھائی بنتے تھے مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے، مولانا مملوک علی صاحب کا نام تو یہاں کورس کی کتابوں میں بھی آتا ہے اُن کے صاحبزادے مولانا یعقوب صاحب، یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہوتے تھے رشتہ کے، یہ تھے شیخ الحدیث اِن سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا ہے اِن کی وفات کے بعد اور لوگ رہے شیخ الحدیث پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث ہوگئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب دیوبند آتے تھے تو اُنہوں نے اِبتدائی کتابیں پڑھی تھیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو حاجی صاحب کو چونکہ اِختلاف ہوگیا تھا مدرسہ کا اہتمام چھوڑ دیا تھا یکسو ہوگئے تھے تو آتے تو وہیں تھے مسجدِ چھتہ میں، وہی متصل تھی مدرسہ کی جو تھی آخری عمر تک وفات تک وہی جگہ رہی اور مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اُسی مسجد میں ٹھہرے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند آئے تو وہ بھی اُسی مسجد میں ٹھہرے یعنی اُن میں حجرے اِس طرح کے بنے کہ اُن میں ایک میں یہ ایک میں وہ گویا کہ اِن لوگوں کا عبادت خانہ اور رہنے کی جگہ یہ بنتی رہی پڑھانے کی بھی جگہ بنتی رہی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عظیم مربی :

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تعریف کرتے ہوئے اُن کی لکھتے ہیں کہ میں گیا وہاں تو میرا دِل چاہا کہ میں اُن سے مِلوں، میں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں اُن سے ملنے کو جانا چاہتا ہوں، کوئی حرج تو نہیں ہے ؟ اُنہوں نے کہا نہیں، جائیں، کہتے ہیں میں مِلا اور ہر دفعہ ملتا رہا کیونکہ وہ بھی حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اِس نسبت سے ایک تعلق بھی تھا، وہ کہتے ہیں میں پہلی دفعہ گیا تو ایک شخص نے شکایت کی وسوسوں کی وہ اُن سے بیعت ہوگا اور ذکر واَذکار سیکھ رہا ہوگا اُس نے شکایت کی کہ وسوسے آرہے ہیں تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے یہ جواب دیا کہ ''جب تم یہ ذکر کر رہے ہو اِس میں لگے ہوئے ہو تو (اِس کی برکت سے) یہ آ نہیں رہے بلکہ جا رہے ہیں نکل رہے ہیں اور پھر تشبیہ دی اُنہوں نے یہ کہ چور جب آتا ہے تو اُس کا پتہ نہیں چلتا کہ کب آیا لیکن جب اُسے پکڑا جاتا ہے یا کھٹکا وَٹکا محسوس ہوتا ہے پھر جب بھاگتا ہے تو نظر آتا ہے تو یہ جاتے ہوئے نظر آرہے ہیں تمہیں، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اُس میں کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب بہت اچھے مربی بھی ہیں کہ اِنسان کو تسلی دے سکیں سمجھا سکیں تربیت دے سکیں اور یہ بات بالکل حدیث کے مطابق ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے اِن چیزوں کو فرمایا کہ بس یہ وساوس ہیں اور ''فطرت'' جہاں تک تعلق ہے فطرت کا وہ (معاف اور) درگزر ہے۔

اپنی تعریف کرنا، کروانا :

مجھے ایک خیال آرہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اپنی تعریف نہ سنو اور کوئی کسی کے سامنے تعریف کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اِس کی کمر توڑ دی یا قَطَعْتَ عُنُقَهٗ اِس کی گردن ہی ماردی تم نے تو، پسند ہی نہیں فرمایا اور فرمایا کہ جو تعریف کرے اُس کے منہ میں مٹی ڈال دو، آئندہ تعریف ہی نہ کرے یا ایسی بات کہہ دو یا ترکیب کرو ایسی کہ وہ تعریف تمہارے سامنے تمہاری نہ کیا

کرے کیونکہ جب تعریف سنو گے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اِنسان اُس کے شر سے بچ سکے، خود پسندی آسکتی ہے اپنے دماغ میں بڑائی آسکتی ہے اور بڑئی اللہ کو ناپسند ہے، تکبر بڑائی یہ ناپسند ہے اور اِتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری چادر ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَآئِیْ ایسے سمجھ لو کہ جیسے کسی کی چادر ہو یہ، تو جو اِس کو کھینچا تانی کرتا ہے میں اُسے جہنم میں پھینک دُوں گا قَذَفْتُهٗ فِی النَّارِ[1] اَوکما قال علیہ السلام۔

اِسی طرح سے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی آدمی جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اُس کے دِل میں ذراسی بھی بڑائی ہوگی یعنی وہ جنت کا مستحق نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ اپنی تعریف پر خوش ہوئے ! وجہ ؟

اور اِدھر یہ ہے کہ تعریف سن کر خوش ہوتے رہیں بعض بزرگوں کا یہ ملے گا، جنابِ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی تعریف پر خوش ہوئے ہیں اور ایک صحابی نے وہ قصیدہ پڑھا بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ اور وہ وہ تھے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے دھمکی دِلائی تھی وہ پھر آگئے اور اُنہوں نے قصیدہ پڑھا، قصیدہ میں تعریفی کلمات ہیں :

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَدَّدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رُسُوْلِ اللّٰہِ مَامُوْلُ

مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تہدید کی ہے یعنی دھمکی دی ہے لیکن معافی کی بھی رسول اللہ ﷺ کے یہاں اُمید کی جاسکتی ہے۔ تو میں آگیا اور

اَنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَآءُ بِهٖ
مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

اِس طرح کا قصیدہ ہے تو رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور خوش ہو کر اُن کو چادر عنایت فرمائی، یہ کیا ہے ؟ اپنی تعریف پر خوش ہونا یہ کون سا حصہ ہے، یہ حصہ وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اِنسان میں رکھا ہے اور جب اللہ نے اِنسان میں رکھا ہے اُتنا حصہ وہ لازمًا رہے گا اور اُس پر گرفت نہیں، لیکن

---

[1] مشکوة شریف کتاب الادب رقم الحدیث ۵۱۱۰

اِس کی حد بندی کرنی یہ نبی کے علاوہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں لہٰذا صحابیوں کو تو منع کر دیا کہ تعریف سنو ہی مت اور رسول ﷺ معصوم ہیں تو اُنہیں اپنی تعریف پر اُتنی ہی خوشی ہوگی جتنی اللہ تعالیٰ نے اِنسان کی فطرت میں رکھ دی ہے بس، اُس سے اَگلا حصہ وہاں خود بخود ہی نہیں ہوگا تو یہ تکبر نہیں ہوا یہ خود پسندی نہیں ہوئی بلکہ یہ فطرت ہوئی کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [1] اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا، عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اپنی صفات کے اُوپر پیدا کیا ہے حیات ہے، علم ہے، اِرادہ ہے، قدرت ہے، سمع ہے، بصر ہے، کلام ہے، سننا، گفتگو کر سکنا، دیکھ سکنا، اِرادہ، طاقت، حیات یہ چیزیں دیں تو اللہ تعالیٰ نے اور صفات جو ہیں وہ بھی اِنسان کو دی ہیں، اُن کا بھی عکس اِنسان کے اَندر آیا تو یہ فطرت میں اُس کے داخل ہوگئیں جیسے مٹی ہونا فطرت میں داخل، آگ فطرت میں داخل، غصہ فطرت میں داخل، یہ فطری چیزیں ہوگئیں اور فطری چیزیں ہوگئیں تو اِن میں اِمتیاز اور حد بندی جو ہے وہ نہیں ہو سکتی بعض چیزوں میں اور وہ ایسی ہیں کہ اللہ کو ناپسند ہیں تو اِنسان کو بالکل روک دیا جناب ِ رسول اللہ ﷺ نے کہ اِن چیزوں میں بالکل نہ پڑو اور جو ایسے کرتا ہے وہ دوستی نہیں کر رہا وہ دُشمنی کر رہا ہے، جو تمہاری تعریف کرتا ہے وہ تمہارے ساتھ اچھائی نہیں کر رہا اور تم تعریف پر خوش ہو رہے ہو تو اچھائی نہیں کر رہے۔

لیکن ایسے ایسے اَکابر اَولیائے کرام گزرے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی تردّد یا دُوسرا لفظ ہے ہی نہیں، تعریف ہی تعریف کا لفظ ہے اور بلا شبہ وہ اَولیائے کبار میں ہیں لیکن اُن کی تعریف اُن کے متوسلین نے کی ہے، اَمیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے نظام الدین اَولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی، اور اِسی طرح سے جو ''مجذوب'' ہوتے ہیں وہ اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہیں اور وہ مجذوب ہیں غیر مکلّف ہیں مکلّف ہی نہیں، اَولیائے کرام میں ہیں تو یہ کیا حصہ ہے ؟ جب وہ غیر مکلّف ہوگیا مجذوب ہے مغلوب الحال ہے اُس پر خدا کی طرف سے کوئی گرفت نہیں رہی لیکن وہ بھی خوش ہوتا ہے اپنی تعریف پر، تو یہ ہے فطرت جو اللہ نے اِنسان کے اَندر رکھ دی ہے وہ اُتنا خوش ہوتا ہے جتنا مواخذہ نہ ہو اللہ کے ہاں چونکہ کبھی

[1] بخاری شریف کتاب الاستئذان رقم الحدیث ۶۲۲۷

تعریف کروگے تو وہ پتھر بھی ماردے گا تو اُس کی تعریف یا خوشی کوئی چیز نہیں لیکن ایسے اَولیائے کرام کہ جو ہوش میں رہتے تھے اُن کی تعریف کا کیا ہے ؟ وہ یہی کہنا پڑے گا چونکہ اللہ نے فطرت میں رکھی ہے اور اللہ نے اَنبیائے کرام کو تو ''معصوم'' رکھا ہے اَولیائے کرام کو ''محفوظ'' رکھا ہے، بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ وہ اُس حد تک نہ آگے جانے پائیں کہ جس میں گناہ میں ملوث ہونا پڑے۔

اپنی اچھی حالت پر خوشی ؟ ایک صحابی کا واقعہ :

ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا ایک آدمی آگیا اُس نے مجھے دیکھا میں بڑا خوش ہوا تو یہ تو میرے دِل میں خوشی آگئی غیر کی وجہ سے غیر اللہ کی وجہ سے تو میری نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اور کیسی ہوئی ؟ تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہوگئی کوئی بات نہیں، اگر کسی آدمی نے تمہیں اچھی حالت میں دیکھ لیا اور تمہیں یہ خیال آگیا کہ اِس نے مجھے اچھی حالت میں دیکھ لیا ہے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔

''دِکھاوا'' بری چیز ہے :

اور دُوسری شکل یہ ہے کہ آپ نے دیکھا فلاں آدمی آرہا ہے تو نیت باندھ لی تاکہ مجھے دیکھ لے تو یہ نیت باندھنا یہ رِیا کاری میں داخل ہے یہ بالکل غلط ہوجائے گا اور ایک یہ کہ آپ نے جب شروع کیا تو وہ نیت تھی ہی نہیں بعد میں اُس نے دیکھ بھی لیا تو اَلگ بات ہے۔

یہاں ہمارے ہی علماء میں گزرے ہیں وہ بتلاتے تھے کہنے لگے مجھے ذہن میں یہ بڑا شک رہتا تھا کہ میں کہیں جاؤں مہمان ہوں اور وہاں تہجد پڑھوں تو لوگ دیکھیں گے تو کسی سے عرض کیا اُنہوں نے اُن کو ایک جواب دیا کہ وہاں جاکر شروع کرنا تہجد یہ تو غلط ہے لیکن اگر تم پہلے سے پڑھنے کے عادی ہو پھر کسی جگہ مہمان ہوجاؤ وہاں اُٹھ کر پڑھ لو تو یہ اُس کے لیے نہیں ہے، یہ پہلے سے چونکہ شروع کر چکے ہو وہ جاری رکھے رہو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اُس میں تخفیف کرلو وہاں زیادہ نہ پڑھو کم کرلو تاکہ جو رِیا کاری کا حصہ ہے وہ ذرا سا کٹ جائے اُس میں سے، لمبی نہ پڑھو مختصر کردو رکعتیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے، یہ دین کا اِعجاز ہے کہ جو فطرت سے تعلق رکھتی ہو وہ بھی بتائی، عقائد سے رکھتی ہو وہ بھی بتائی، اَعمال سے رکھتی ہو وہ بھی بتائی ہے، دین کو جامع بنا دیا ہے جو قیامت تک چلتا رہے یہ دین کا اِعجاز ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے کا اور حق ہونے کا یہ ایک ثبوت ہے کہ ایسی چیزیں اِس میں آ گئی ہیں کہ جو فطرت کو بھی شامل ہیں، عقائد کو بھی شامل ہیں، اَعمال کو بھی شامل ہیں، حکام کو بھی شامل ہیں، تمام چیزوں کو شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........